

نام کتاب : ریگ روان، یونان اور جنوبی افریقہ کی سفر کے ۲۱ دن
 نام مصنف : حکیم محمد سعید
 ناشر : همدرد فاؤنڈیشن، ۱۹۸۹ء: کراچی
 صفحات : ۳۳۸، جنوبی افریقہ میں اسلام پر کتابیات،
 مرتبہ ابراہیم ماہیدا، ۲۶ تصاویر
 کتابت : ثانی پ
 طباعت : گوارا
 جلد : ناقص مومیانی
 سرورق : جاذب نظر
 قیمت : ۱۲۵ روپیہ

زیر تبصرہ کتاب کے حرف اول میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ همدرد فاؤنڈیشن اپنی مطبوعات کے معنوی معیار کے علاوہ ان کے ظاہری حسن کو بھی ملحوظ رکھتی ہے۔ کتاب کو دیکھنے کے بعد یہ دعویٰ بے حد مبالغہ آمیز نظر آتا ہے۔ کتاب ثانی پر چھپی ہے لیکن ثانی سینٹنگ کو خوشنما بنائی کر لئے ذرا بھی محنت نہیں کی گئی۔ حتیٰ کہ سرخیاں قائم کرنے کے لئے بھی وہی ثانی استعمال ہوا ہے جس میں متن کمپوز ہوا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے کتاب دفتر کی کسی ثانی مشین پر لکھی گئی ہو۔ اول تو جب کتابت کی جگہ نسخ ثانی استعمال کیا جائے تو کتاب کا حسن چوکور ہو جاتا ہے، لیکن جب ثانی سینٹنگ میں صفحہ سازی اور ترینیں کیلئے جو لوازمات اختیار کرنا ضروری ہیں انہیں بھی نظر انداز کر دیا جائے تو کتاب کے صفحے کھڑے و نجع کا فرش دکھائی دیتے ہیں۔ اللہ کے فضل سے اب پاکستان

میں کتاب سازی کی صنعت بہت ترقی کر چکی ہے اور بہت خوش نما کتابیں شائع ہونے لگی ہیں۔ اس تناظر میں اس کتاب کرے بارے میں یہ دعویٰ غیر ضروری خود ستائی لگتا ہے۔

حکیم محمد سعید صاحب کی ذات پاکستان میں کیا بین الاقوامی سطح پر بھی تعارف کی محتاج نہیں ان کی متعدد مصروفیات میں سر عالمی سفر بھی ہیں۔ حتیٰ کہ راقم الحروف کو بھی ان سر تفصیلی ملاقات کا شرف پاکستان کی بجائی پرس میں ہی حاصل ہوا۔ حکیم صاحب کرے پا بہ رکاب رہنے کا اندازہ اس سر ہو سکتا ہے کہ اب تک وہ آئھے کتابیں انھیں اسفار کرے حوالے سر شائع کر چکر ہیں۔ ریگ روان یونان اور جنوبی افریقہ کے سفر کی سرگذشت ہے جس میں حکیم صاحب نے ان ملکوں کا جغرافیائی اور تاریخی پس منظر بھی دیا ہے۔ جنوبی افریقہ اور خصوصاً وہاں کی اسلام کی تاریخ اور،،مسلمان بیتی،، کرے بارے میں حکیم صاحب نے جو معلومات اور ذاتی مشاهدات و تأثیرات مہیا کئے ہیں وہ یقیناً کہیں اور نہیں مل سکتے۔ آخر میں جنوبی افریقہ میں اسلام کرے بارے میں ایک مفصل کتابیات کے اضافے نے ان معلومات کو اور بھی بیش قیمت بنا دیا ہے۔ اسی تعماری دور میں برابع اعظم افریقہ کے مختلف ملکوں میں برصغیر اور دنیاۓ عرب سے مسلمان بھی پہنچے لیکن بدقدستی سے انہوں نے سیاہ فام محاکوموں کی بجائی سفید فام حاکموں کے ساتھ۔ رشتہ استوار کرنے کی کوشش کی اور رنگ و نسل کی اب تفریق کے استحکام میں آله کار بنے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ اس کے باوجود سفید فاموں نے انھیں کبھی همسری کا رتبہ نہیں دیا۔ یہ لوگ بھوئے کھلاڑی اور اس طرح نسلی تفریق تھے در تھے جنمی گئی۔ یہ تضادات حال ہی میں افریقہ کی آزادی کی تحریکات میں زیادہ کھل کر سامنے آئے ہیں۔

جنوبی افریقہ کرے بارے میں حکیم سعید صاحب لکھتے ہیں کہ «یہاں سیاہ فام آبادی کا انداز فکر مجھے یہ محسوس ہوا ہے کہ وہ پہ سمجھ رہی ہے کہ مسلمان یہاں سفید فام حاکموں سے تعاون کرتے ہیں اور سیاہ فاموں کے ہمدرد نہیں ہیں - میں نے محسوس کیا ہے کہ جنوبی افریقہ کے مسلمان صنعت کار اور تاجر اپنے ذہن کے گوشوں میں یہ خوف رکھتے ہیں کہ جنوبی افریقہ میں آزادی کرے بعد سیاہ فام مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کریں گے اور وہ جنوبی افریقہ میں اپنا مستقبل محفوظ نہیں سمجھ رہے » - (ص ۳۲۳)

حکیم سعید صاحب ان دونوں انداز ہائے فکر سے اختلاف رکھتے ہیں ان کا خیال ہے کہ مسلمانوں کے اندیشے بجا لیکن اس کا حل وہ یہ تجویز کرتے ہیں کہ تبلیغ اسلام کی طرف زیادہ توجہ دی جائے کیونکہ حکیم صاحب کو یقین ہے کہ سیاہ فام آبادی میں یہ احساس بھی پایا جاتا ہے کہ ان کے مسائل کا حل صرف اسلام ہے - (ص ۳۹۵) یہی وجہ ہے کہ اسلام یہاں تیزی سے پہل رہا ہے۔ ریگ رواد کی تحقیق کے مطابق جنوبی افریقہ میں اسلام کی اشاعت بر صفت ہندوپاکستان اور ملایا کے مسلمان نوآباد کاروں کے ذریعے ۱۶۵۳ء میں شروع ہوئی - ۱۹۸۰ء کے اعداد و شمار کے مطابق یہاں مسلمانوں کی تعداد ۶۳، ۱۰۰، ۱ تھی لیکن اب آئھے لاکھ تک پہنچ گئی ہے۔ جنوبی افریقہ کی آبادی کا ۲ فیصد مسلمان ہیں - یہاں کے کئی علاقوں میں صنعت و حرفت اور کاروبار مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے (ص ۱۹۳) - عموماً مسلمان بہت خوشحال اور ان کا معیار زندگی سیاہ فاموں کے مقابلے میں کٹی گنا بہتر ہے۔ ان میں زیادہ تر جنوبی ہندوستان کے لوگ ہیں ، جو سیاہ فاموں سے الگ یورپی طرز کی بستیوں میں رہتے ہیں ، یہاں انہوں نے مسجدیں اور مدرسے بھی قائم

کثر ہیں، عموماً یہ لوگ شافعی اور حنفی مذہب کرے پیروکار ہیں - اگرچہ حکیم صاحب کرے سفر نامہ میں درج واقعات سے یہی تاثر ملتا ہے کہ غیر افریقی مسلمان یہاں کرے مقامی لوگوں کرے معاشرتی ، معاشی اور سیاسی مسائل میں عملی دلچسپی بہت کم لیتھی ہیں اور تبلیغ اسلام کو سیاست سے الگ رکھتھی ہیں تاہم حکیم صاحب نے کیپ ٹاؤن ، ایتهلون اور ڈربن کرے حوالے سے بیان کیا ہے کہ یہاں کرے مسلمان جنوبی افریقہ کی نسل پرست حکومت کرے خلاف منظم جدوجہد میں سیاہ فامون کرے شانہ بشانہ حصہ لئے رہی ہیں (ص ۳۹۶ - ۳۹۷) ۔ ۱۹۸۵ء - ۱۹۸۶ء کرے دوران مسلمان انجمنوں اور تنظیموں پر پابندیاں لگائی گئیں - ممتاز مسلمان شخصیتوں کو حراست میں لیا گیا - متعدد مسلمان پولیس کرے تشدد کا نشانہ بنے (ص ۳۹۹) ۔ باس ہمہ حکیم صاحب کا عمومی تجزیہ یہ ہے کہ .. جنوبی افریقہ کی اس پالیسی کی داد دینی چاہیئے کہ وہ دین اسلام کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہے » (ص ۳۲۱) چنانچہ کتاب کرے آخر میں انہوں نے جو گران قدر تجاویز دی ہیں ان میں سب سے پہلی یہ ہے کہ اقوام متعددہ نے جنوبی افریقہ کرے خلاف جو پابندیاں عائد کی ہیں عالم اسلام کو اس مقاطعہ میں شریک نہیں ہونا چاہیئے - خصوصاً .. پاکستان کو اپنی پالیسی بدلتی چاہیئے اور جنوبی افریقہ سے شخصی اور تجارتی تعلقات قائم کرنے چاہئیں » (ص ۳۲۱) ۔

سبچی بات یہ ہے کہ ریگ روان کو سفر نامہ کہنا صحیح نہ ہو گا حکیم صاحب کا اسلوب اس کتاب میں برعحد مختلف ہے - یہ سفر نامہ سے زیادہ یاد نامہ ہے جس میں مکان سے زیادہ زمان کرے سفر کا تذکرہ ہے اور غالباً اسی لئے اسر ریگ روان کا عنوان دیا گیا ہے جو وقت کی علامت ہے - اس کتاب میں حکیم صاحب اس زمینی سفر کو مسلسل

اپنی ذات کے سفر کے حوالے سر دیکھتے نظر آتے ہیں۔ اسی لئے نجی
واقعات اور تأثیرات کے حوالے جابجا ملتے ہیں۔

کتاب کا آغاز حکیم صاحب اپنی زندگی کے ایک پچاس سالہ
برانی موز کے ذکر سے کرتے ہیں۔ پھر پاکستانی معاشرے، مدینۃ
الحکمہ اور شام ہمدرد کے حوالے سر گذرے دنوں کا تجزیہ کرتے ہیں۔
سفر کی یاد داشتوں کے دوران بھی ایسے حوالے اکثر ملتے ہیں جو بسا
اوقات بہت زیادہ نجی ہوتے ہیں۔

„میں نے اس قدر قریب سے مرد اور عورت کا رقص بھلے
نہیں دیکھا تھا۔ یہ دونوں جنسیں شراب سے مست تھیں اور
حیا و شرم کو اب بے اختیار خیر باد کہہ چکی تھیں۔ ایک
خاتون کے چہرے پر شدید کرب تھا مگر اس کرب میں لطف
شامل تھا۔ یہ جنسی بے چینی تھی جس کا اظہار چہرے مہرے
سرے عیان تھا۔“ (ص ۲۶)

اگلے صفحے پر: „سفر میں تہجد کے لئے خود کو بابند نہیں
رکھتا ہوں مگر نئے ملکوں میں جہاں قیام ہوئوں میں رہا ہے میں
نے تہجد ایک شب ضرور ادا کی ہے۔ تاکہ یہ جگہ بھی گواہ
رہے... میں اس قدر تو یقین سر کہہ سکتا ہوں کہ میں وہ
تنہا شخص ہوں کہ جو دنیا کے کوئی کوئی میں زمینوں کو اپنا
گواہ بنا چکا ہوں۔“ (ص ۶۸)

حکیم صاحب کے اسی اسلوب کا اعجاز ہے کہ قاری خود کو ان
کا ہم سفر محسوس کرتا ہے۔ حکیم صاحب اپنے ذاتی مشاهدات اور
نجی تأثیرات کو بے تکلف بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ تاہم عمر کی
ریگ روایت کے بھاؤ کی شدت کا جو احساس حکیم صاحب کو ہے اس
کا قاری کو پہنچانا وہ انہیں اپنا ہم سفر ہی نہیں ہم عمر

بھی سمجھتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے جب حکیم صاحب،، میرے نونھالو،، (ص ۲۳۵) اور،، خیر بھنی بچو،، (ص ۲۳۷) کہہ کر مخاطب ہوتے ہیں تو قاری ہکا بکا رہ جاتا ہے۔ حالانکہ یہ تعجب یہ وجہ ہے کیونکہ ریگ روان کی رفتار جب بہت تیز ہو جائز تو بچے بھی اتنی ہی توجہ کرے مستحق سمجھئے جائز ہیں جتنے دوسرے لوگ۔

(ڈاکٹر محمد خالد مسعود)

